حضرت علیؑ کے انتظامی اصولوں اور پالیسیوں پر ایک نظر

A Look at the Administrative Principals and Policies of Hazrat Ali (A.S)

Syed Ahsan Raza Naqvi (Ph.D. Research Scholar)
E-mail:everybuddyrunning@gmail.com

Prof. Dr. Zahid Ali Zahidi (Islamic Learning Dept. KU)
E-mail: zahid980747@gmail.com

Abstract

Hazrat Ali paid special attention to government affairs notwithstanding the wars fought in his caliphate. Among the issues that are important for running the government is administrative affairs. If this matter is taken into account and government affairs are run, a better society can be established. Hazrat Ali also paid special attention to administrative matters so that the problems of law and order could be brought under control. In administrative matters, truth and honesty, observance of law, appointment and scrutinًy of governors, supremacy of truth, justice, discipline and the concept of encouragement. In this article, we have described the administrative policies of Hazrat Ali with references of *Nehjul Balagha* and other Islamic books.

Key Words: Hazrat Ali, Policy, Principals, Administrative.

خلاصہ

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانہ خلافت میں ہونے والی جنگوں کی مصروفیات کے باوجود حکومتی معاملات پر بھی خاص توجہ دی۔ حکومت چلانے کے لئے جن امور کی اہمیت ہیں ان میں انتظامی امور قابلِ ذکر ہیں کہ جن کے ذریعے حکومتی معاملات چلائے جائیں تو ایک بہترین معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے انتظامی امور پر بھی خاص توجہ دی تاکہ امن عامہ کے مسائل کو کنٹرول میں لایا جائے۔ انتظامی امور میں سچائی و دیانت داری، قانون کی پاسداری، صالح گورنروں کا تقرر اور ان کی جانچ پڑتال، اقامۂ حق، عدل وانصاف، نظم وضبط اور عمال کی حوصلہ افزائی کا تصور اہم ہے۔ اس مقالے میں ہم نے حضرت علی علیہ السلام کی انتظامی پالیسیوں کو نہج البلاغہ اور دیگر اسلامی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

کلیدی کلمات: حضرت علی علیہ السلام، پالیسی، اصول، انتظامی۔

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء اور رسولوں کو بھیجا۔ یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم نبوت کی صورت میں منتج ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امت مسلمہ کی رہبری و سرپرستی خلفائے راشدین کی صورت میں نظر آئی۔ حضرت علیؑ اسی سلسلے کے چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے ذوالحجہ ۳۵ ہجری میں زمام حکومت سنبھالی اور رمضان المبارک ۴۰ ہجری میں آپ کی شہادت ہوئی۔ حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ خلافت قریباً چار سال، نو مہینے اور تین دن پر محیط ہے۔ حضرت علیؑ کی خلافت کا پورا زمانہ خانہ جنگی اور شورشوں کی نظر ہوا اور اس مدت میں آپ کو سکون نصیب نہیں ہوا۔ اس زمانے میں جنگِ جمل، جنگِ صفین اور خوارج کے خلاف جنگیں اہم معرکے ہیں۔ اپنی خلافت میں ان جنگوں میں مصروفیات کے باوجود حضرت علیؑ کی مختلف انتظامی، ثقافتی، سیاسی، معاشرتی، عدالتی اور حفاظتی حکمت عملیاں اور پالیسیاں نظر آتی ہیں۔ اس مختصر مقالے میں ہم حضرت علیؑ کے زمانۂ خلافت میں آپ کی فقط انتظامی حکمت علمی اور پالیسیوں کا مختصر مطالعہ پیش کررہے ہیں۔ انتظامی حکمت عملی اور پالیسی سے مرادی مقاصد واہداف تک پہنچنے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا اور اگر پہلے سے لائحہ عمل طے شدہ ہے تو اس کا اطلاق کرنا ہے۔

ایمان داری و دیانت داری

حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو جب مصر کا گورنر بنایا تو انہیں ایک طویل خط لکھا جس میں انتظامی، ثقافتی، سیاسی، معاشرتی، قضاوت، حفاظتی اور ریاستی حوالے سے مختلف اصول بیان فرمائے اور ان اصولوں کو مدّ نظر رکھنے کی تاکید فرمائی۔ ان اصولوں چنانچہ ایمان داری اور وفاداری کے حوالے سے نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ: کل غدرة فجرة، وكل فجرة كفرة، ولكل غادر لواء يعرف به يوم القيامة. والله ما أستغفل بالمكيدة، ولاأستغمز بالشديدة[1] یعنی: "ہر مکرو فریب گناہ ہے اور ہر گناہ پروردگار کے احکام کی نافرمانی ہے۔ ہر غدار کے ہاتھ میں قیامت کے دن ایک جھنڈا دے دیا جائے گا جس سے اسے میدان محشر میں پہچان لیا جائے گا۔ خدا کی قسم مجھے نہ ان مکاریوں سے غفلت میں ڈالا جاسکتا ہے اور نہ ان سختیوں سے دبایا جاسکتا ہے۔"

اسی بات کو شیخ ابو جعفر کلینیؒ نے اصول کافی میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ایک دن کوفہ کے منبر سے یوں خطاب فرمارہے تھے کہ: يا أيها الناس لولا كراهية الغدر كنت من أدهى الناس، ألا إن لكل غدرة فجرة ولكل فجرة كفرة ألا وإن الغدر والفجور والخيانة في النار[2] یعنی: "اے لوگو! اگر دھوکہ دینا اور عہد شکنی

کرنا بری بات نہ ہوتی تو جان لو کہ میں سب سے بڑا سیاست دان ہوتا۔ جان لو کہ دھوکہ دہی اور عہد شکنی برائی ہے اور ہر برائی فجور و کفر ہے اور جان لو کہ دھوکہ دینا برائی ہے اور خیانت کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔"

اقامۂ حق

ابن جریر طبری اپنی تاریخ الامم والملوک میں حضرت علی علیہ السلام کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ إن أفضل الناس عند الله عزوجل من كان العمل بالحق أحب إليه وإن نقصه وكرثه من الباطل وإن حن إليه وزاده [3] یعنی اور یاد رکھو کہ پروردگار کے نزدیک بہترین انسان وہ ہے جس کے لیے حق پر عملدار آمد کرنا (چاہے اس میں نقصان ہی کیوں نہ ہو) باطل پر عمل کرنے سے زیادہ محبوب ہو (چاہے اس میں فائدہ ہی کیوں نہ ہو)۔ہم نے حضرت علی کی خلافت کے زمانے کا مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ آپ نے ثباتِ حق کے لیے کوشش کی اور باطل سے کنارہ کش رہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں مقام ذی قار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؑ اپنی نعلین کی مرمت کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا؛" ابن عباسؓ !ان جوتیوں کی کیا قیمت ہے ؟" میں نے عرض کی؛"کچھ نہیں" فرمایاکہ؛" خدا کی قسم یہ مجھے تمہاری حکومت سے زیادہ عزیز ہیں مگر یہ کہ میں اس حکومت کے ذریعہ میں کسی حق کو قائم کر سکوں یا کسی باطل کو دفع کرسکوں۔"[4]

جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے حوالے سے جارج جرداق نقل کرتا ہے کہ فوالله ما دفعت الحرب يوما إلا وأنا أطمع أن تلحق بي طائفة، فتهتدي بي وتعشو إلى ضوئي، وذلك أحب إلي من أن أقتلها على ضلالها، وإن كانت تبوء بآثامها [5] یعنی: "خدا گواہ ہے کہ میں نے ایک دن بھی جنگ کو نہیں ٹالا ہے مگر اس خیال سے کہ شاید کوئی گروہ مجھ سے ملحق ہو جائے ، ہدایت پاجائے اور میری روشنی میں اپنی کمزور آنکھوں کا علاج کرلے کہ یہ بات میرے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میں اس کی گمراہی کی بنا پر اسے قتل کردوں اگرچہ اس قتل کا گناہ خود اسی کے ذمہ ہوگا۔"حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں جمل، صفین و نہروان کی جنگوں میں ہم نے دیکھا کہ جنگ سے قبل آپ نے بارہا اتمام حجت کیا اور بذاتِ خود جنگ کا آغاز نہیں کیا۔ آپ حق کی تلقین کرتے رہے اور جنگ سے باز رہنے کی نصیحت کرتے رہے۔ مالک اشتر کو لکھے گئے ایک اور خط میں فرماتے ہیں:

أما بعد فقد بعثت إليكم عبدا من عباد الله، لا ينام أيام الخوف ولا ينكل عن الأعداء ساعات الروع، أشد على الفجار من حريق النار وهو مالك بن الحارث أخو مذحج، فاسمعوا له وأطيعوا أمره فيما طابق

الحق[6] یعنی: ”امابعد! میں نے تمہاری طرف بندگان خدا میں سے ایک ایسے بندہ کو بھیجا ہے جو خوف کے دنوں میں سوتا نہیں ہے اور دہشت کے اوقات میں دشمنوں سے خوفزدہ نہیں ہوتا ہے اور فاجروں کے لئے آگ کی گرمی سے زیادہ شدید تر ہے اور اس کا نام مالک بن اشتر مذحجی ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس کی بات سنو اور اس کے ان اوامر کی اطاعت کرو جو مطابق حق ہیں۔“

حضرت علی علیہ السلام نے جب مصر کی جانب مالک اشتر کو گورنر بنایا تو انہیں اس عہدے پر فروکش کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ اگر مالک اشتر مطابقِ حق بات کہیں تو اس پر عمل کرنا لازمی ہے اور اگر خلافِ حق بات کہیں تو اطاعت لازمی نہیں ہے۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ حاکم وقت چونکہ خطاکار ہو سکتا ہے اس لیے اس کی ہر معاملے میں اطاعت لازمی نہیں ہے۔ البتہ اگر قرآن وسنت کے مطابق حکم لاگو کیا گیا ہے تو اس پر عمل کرنا بدیہی ہے۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ:

ألزم الحق من لزمه من القريب والبعيد، وكن في ذلك صابرا محتسبا، واقعا ذلك من قرابتك وخاصتك حيث وقع، وابتغ عاقبته بما يثقل عليك منه، فإن مغبة ذلك محمودة [7] یعنی: ” اور جس پر کوئی حق عائد ہو اس پر اس کے نافذ کرنے کی ذمہ داری ڈالو، چاہے وہ تم سے نزدیک ہو یا دور، اور اس مسئلہ میں اللہ کی راہ میں صبر و تحمل سے کام لینا، چاہے اس کی زد تمہارے قرابتداروں اور خاص افراد ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو اور اس سلسلہ میں تمہارے مزاج پر جو بار ہو، اسے آخرت کی امید میں برداشت کرلینا کہ اس کا انجام بہتر ہوگا۔“

یعنی حق کے قیام کے لیے اگر قرابت دار ناراض بھی ہو جائیں تو اللہ کی ناراضگی اس کی نسبت زیادہ سنگین ہے۔ پس اللہ کو خوش کرنا اصل مطمع نظر ہونا چاہیے ورنہ اہلِ دنیا کو خوش کرنا انتہائی مشکل امر ہے۔ حق کے قیام کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کی احادیث جابجا نظر آتی ہیں۔ غرر الحکم میں مرقوم ہے کہ من جاهد على إقامة الحق وفق[8] یعنی: ”جو حق قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے، کامیاب ہو جاتا ہے۔“ اسی طرح لکھا ہے کہ من عمل بالحق مال اليه الخلق [9] یعنی: ” جو حق پر عمل کرتا ہے، اس کی طرف خلقِ خدا مائل ہوتی ہے۔“

قانون کی پاسداری

کسی بھی ملک کی ترقی اور تنزلی کا راز اس کے قوانین کی پابندی میں مضمر ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے اصول واحکام اور اس کی روشنی میں بنائے ہوئے تمام قوانین وضوابط کی پوری پابندی اور کامل احترام کرے، جس طرح قدرت کا نظام چند ضروری قوانین کا پابند ہے، اسی طرح

معاشرے کا قیام ودوام، معاشرتی، اخلاقی اور دینی احکام وقوانین پر موقوف ہے۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے زمانہء خلافت میں قانون کی پاسداری کو اہمیت دی گئی اور اسلامی قوانین کے اطلاق پر بھی توجہ دی گئی۔اس بابت الغارات میں ابراہیم الثقفی روایت نقل کرتے ہیں کہ نجاشی شاعر کو حضرت علی کے سامنے لایا گیا۔اس نے ماہ صیام میں شراب پی تھی۔آپ نے اسی (۸۰) کوڑے اس کو مارے اور رات کو قید خانہ میں رکھا۔ صبح کو بلا کر بیس کوڑے اور مارے۔اس نے کہا؛" اے امیر المومنین! آپ نے اسی (۸۰) کوڑے تو شراب خوری پر مارے پھر یہ بیس کیسے؟" فرمایا؛" یہ سزا تیری اس جرات کی ہے کہ تو نے ماہ صیام میں شراب پی ہے۔" جب حضرت علی علیہ السلام نے اس پر حد جاری کی تو اس پر اس کی جماعت کو جس میں طارق عبداللہ نہدی بھی تھا، بہت غصہ آیا۔اس نے کہا کہ؛"اے امیر المومنین! کیا اہل معصیت وطاعت اور اہل فرقہ وجماعت صاحبان عقل واحکام اور معدن فضل حکمرانوں کی نظر برابر ہیں۔آپ نے ہمارے بھائی نجاشی سے جو سلوک کیا، اس نے ہمارے سینوں میں جوش پیدا کر دیا ہے اور ہمارے معاملے میں افتراق پیدا کر دیا ہے۔جس راستے کو ہم راہِ جہنم جانتے تھے، اس کی جانب بازگشت پر آمادہ ہیں۔" آپ نے فرمایا:" اے بھائی بنی نہدی! کیا وہ ایسا مسلمان نہیں ہے جس نے اس چیز کی حرمت کو برباد کیا جو رسول اللہ ﷺ نے قائم کی تھی۔چنانچہ ہم نے اس پر حد جاری کی جو اس کے تزکیہ و تطہیر کا سبب ہے اور یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔"[10]

حضرت علی علیہ السلام اپنے اس اصول پر سختی سے کابند تھے کہ اگر کوئی رمضان المبارک میں جرم کرے تو اسے شرعی سزا کے ساتھ ساتھ ماہ مبارک میں گناہ کی جرات کرنے پر بھی سزا دی جائے تاکہ عوام کے لیے درسِ عبرت کا سامان ہو۔ قانون کی پاسداری میں نظم وضبط کی بہت اہمیت ہے۔ چنانچہ نظم وضبط کے حوالے سے حضرت علی علیہ السلام کا مشہور قول ہے کہ جو آپ نے اپنی وصیت میں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو لکھوایا: أوصيكما وجميع ولدي وأهلي ومن بلغه كتابي، بتقوى الله ونظم أمركم[11] یعنی: "میں تم دونوں کو اوراپنے تمام اہل و عیال کو اور جہاں تک میرا یہ پیغام پہنچے ،سب کو وصیت کرتا ہوں کہ تقوائے الٰہی اختیار کریں اوراپنے اپنا معاملہ منظّم رکھیں۔"زندگی کے ہر شعبے میں یہ ضروری ہے کہ اپنے کاموں کو منظّم رکھا جائے تاکہ ایک بہترین مسلمان اور بہترین شہری کے عنوان سے ہمیں یاد کیا جائے۔

منصوبہ بندی

کسی بھی کام کو انجام دینے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اس کے متعلق من جملہ معلومات جمع کی جائیں اور پھر منصوبہ بندی کے ساتھ لائحہ عمل طے کیا جائے اور نظم وضبط کے ساتھ تمام اصولوں کا اطلاق کیا جائے۔حضرت علی

نے اپنے زمانہ خلافت میں اس اصول پر بھی توجہ دی اور اپنے انتظامی معاملات بالخصوص اپنے گورنروں کو باقاعدہ منصوبہ بندی کی تاکید کی۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام مالک اشتر کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وأمض لکل یوم عمله؛ فإن لکل یوم ما فیه [12] یعنی: " اور دیکھو، ہر کام کو اسی کے دن مکمل کردینا کہ ہر دن کا اپنا ایک کام ہوتا ہے۔" مشہور ضرب المثل ہے کہ آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔ یقیناً اس ضرب المثل کی کوئی اصل ضرور ہوگی مگر ہمیں یہ سمجھ آتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو صریحاً لکھا تھا کہ ہر روز کے امور اسی روز انجام دینے چاہئیں یعنی ایک دن کا کام اگلے دن پر ٹالنا نہیں چاہیے۔ اسی بابت شرح نہج البلاغہ میں ملتا ہے کہ إیاك والعجلة بالأمور قبل أوانها، أو التسقط فیها عند إمکانها، أو اللجاجة فیها إذا تنکرت، أو الوهن عنها إذا استوضحت. فضع کل أمر موضعه، وأوقع کل أمر موقعه [13] یعنی: " اور خبردار وقت سے پہلے کاموں میں جلدی نہ کرنا اور وقت آجانے کے بعد سستی کا مظاہرہ نہ کرنا اور بات سمجھ میں نہ آئے تو جھگڑا نہ کرنا اور واضح ہو جائے تو کمزوری کا اظہار نہ کرنا۔ ہر بات کو اس کی جگہ رکھو اور ہر امر کو اس کے محل پر قرار دو۔"

حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک عامل کو جو کہ خراج کی وصولی پر مامور تھا، نصیحت فرماتے ہیں کہ: إیاکم وتأخیر العمل ودفع الخیر؛ فإن فی ذلك الندم [14] یعنی: " کام کی انجام دہی میں تاخیر سے دور رہو، ایسا نہ ہو کہ خیر دفع ہوجائے۔ پس اس میں ندامت و شرمندگی ہے۔" منصوبہ بندی کے ساتھ کسی کام کو انجام دینے کے لئے نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے منصوبہ بندی کے بعد امور میں نظم و ترتیب کی پابندی کرنی چاہئے۔ یعنی ہم اگر کسی نیک کام کو انجام دینا چاہتے ہوں تو اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

اپنے ایک قول میں فرماتے ہیں کہ من الخرق المعاجلة قبل الإمکان، والأناة بعد الفرصة [15] یعنی: "کسی بات کے امکان سے پہلے جلدی کرنا اور وقت آجانے پر دیر کرنا دونوں ہی حماقت ہے۔" یہاں بھی واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ وقت سے پہلے کام کو انجام دینا بھی درست نہیں ہے اور عین وقت آنے پر دیر کرنا قطعاً نامناسب ہے۔ شرح نہج البلاغہ میں ہے کہ مجتنی الثمرة لغیر وقت إیناعها کالزارع بغیر أرضه [16] یعنی: "اور یاد رکھو کہ نا وقت پھل چننے والا ایسا ہی ہے جیسے نا مناسب زمین میں زراعت کرنے والا۔" ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ کب اس کام کو انجام دینے کا سب سے بہترین وقت ہے۔ وقت پر پھل چن لیے جائیں تو وہ فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں مگر اگر وقت گزر جانے کے بعد پھل سے استفادہ کیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ملتا۔

صالح گورنروں کا تقرر

ملکی نظم و نسق میں سب سے اہم کام عمال کا تقرر اور ان کی نگرانی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس کا خاص اہتمام کیا، وہ انہیں گراں بہا نصیحتیں کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً عمال و حکام کے طرز عمل کی تحقیقات کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کعب بن مالک کو خدمت پر مامور کیا تو ہدایت فرمائی کہ: واخرج فی طائفة من أصحابك حتی تمر بأرض كورة السواد فتسأل عن عمالي وتنظر في سيرتهم [17] یعنی: "تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر و اور عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش اور کردار پر نظر رکھو۔"

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام صالح حکمران کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"والی غصہ کے موقع پر جلد بازی نہ کرتا ہو۔ عذر کو قبول کرلیتا ہو۔ کمزوروں پر مہربانی کرتا ہو۔ طاقتور افراد کے سامنے اکڑ جاتا ہو۔ بد خوئی اسے جوش میں نہ لے آئے اور کمزوریاں اسے بٹھانہ دیں۔ پھر اس کے بعد اپنا رابطہ بلند خاندان، نیک گھرانے، عمدہ روایات والے اور صاحبان ہمت و شجاعت و سخاوت و کرم سے مضبوط رکھو کہ یہ لوگ کرم کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہیں۔ ان کے حالات کی اسی طرح دیکھ بھال رکھنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کے حالات پر نظر رکھتے ہیں۔۔۔۔ اس کے بعد اپنے عاملوں کے معاملات پر بھی نگاہ رکھنا اور انہیں امتحان کے بعد کام سپرد کرنا اور خبر دار تعلقات یا جانبداری کی بنا پر عہدہ نہ دے دینا کہ یہ باتیں ظلم اور خیانت کے اثرات میں شامل ہیں۔ اور دیکھوان میں بھی جو مخلص اور غیرت مند ہوں، ان کو تلاش کرنا جو اچھے گھرانے کے افراد ہوں اور ان کی اسلام میں سابق خدمات رہ چکی ہوں کہ ایسے لوگ خوش اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ ان کے اندر فضول خرچی کی لالچ کم ہوتی ہے اور یہ انجام کار پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔"[18]

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام نے فقط ایک شعبے ہی کے لئے احکام بیان نہیں فرمائے بلکہ اس کا تعلق ہر شعبہ حیات سے ہے جس کی نگرانی کے لئے ایک ذمہ دار کا ہونا ضروری ہے اور اس ذمہ دار کی صفات کیا ہیں، وہ تفصیلاً بیان کی گئی ہیں۔ اس خطبے میں اس نکتے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ حاکم کو کسی شعبہ حیات سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور کسی بھی محاذ پر ایسا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیے جو حکومت کو تباہ کردے اور عوام الناس کو غفلت کی بنا پر ظلم و ستم کا نشانہ بنادے۔ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے تعینات بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف کا کردار بھی ہمیں تاریخ میں بطور مثال ملتا ہے۔ ناکثین کا گروہ جب بصرہ میں داخل ہوا تو

معاملات افہام و تفہیم سے چلانے کے لیے عثمان نے ناکثین کے گروہ کو حق کی تلقین کی اور انہیں جنگ و جدال سے باز رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ عثمان کا موقف تھا کہ حضرت علی علیہ السلام ربذہ میں ہیں۔ جب وہ بصرہ آ جائیں گے تو معاملات کو سلجھا لیا جائے گا۔

الغرض ناکثین کے گروہ نے ایک رات موقع پا کر دارالامارہ پر حملہ کر دیا اور عثمان بن حنیف کو گرفتار کرکے ان کے سر اور داڑھی کے بال نوچ لیے۔ طبری لکھتے ہیں کہ عثمان بن حنیف حضرت علی علیہ السلام سے ملنے کے لئے ربذہ پہنچے اور تمام صورت حال سے مطلع کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اصبت اجرا و خیرا[19] یعنی ''(اللہ) آپ کو اجر اور نیکی پائی۔''

خیانت کاروں سے دوری

نہج البلاغہ میں خیانت کاری کی مذمت کے حوالے سے آپ کا یہ ارشاد گرامی نقل ہوا ہے:

إن شر وزرائك من كان للأشرار قبلك وزيرا۔۔۔ فاتخذ أولئك خاصة لخلواتك وحفلاتك[20] یعنی ''اور دیکھو تمہارے وزراء میں سب سے زیادہ بدتر وہ ہے جو تم سے پہلے اشرار کا وزیر رہ چکا ہو اور ان کے گناہوں میں شریک رہ چکا ہو۔ للذا خبردار! ایسے افراد کو اپنے خواص میں شامل نہ کرنا کہ یہ ظالموں کے مدد گار اور خیانت کاروں کے بھائی بند ہیں اور تمہیں ان کے بدلے بہترین افراد مل سکتے ہیں جن کے پاس انہیں کے جیسی عقل اور کار کردگی ہو لیکن ان کے جیسے گناہوں کے بوجھ اور خطاؤں کے انبار نہ ہوں۔ نہ انہوں نے کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی گناہ گار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بوجھ تمہارے لئے ہلکا ہوگا، یہ تمہارے بہترین مدد گار ہوں گے، تمہاری طرف محبت کا جھکاؤ بھی رکھتے ہوں گے اور اغیار سے انس و الفت بھی نہ رکھتے ہوں گے۔ انہی کو اپنے مخصوص اجتماعات میں اپنا مصاحب قرار دینا۔''

فقراء و مساکین اس دنیا میں بے آسرا اور بے سہارا ہیں لیکن آخرت میں ان کا بھی والی و وارث موجود ہے اور وہاں کسی صاحب اقتدار کا اقتدار کام آنے والا نہیں ہے۔ عدالت الٰہیہ میں شخصیات کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور اس کے مواخذہ اور محاسبہ کا سامنا کرنا ہوگا۔ وہاں نہ کسی کی کرسی کام آسکتی ہے اور نہ کسی کا تخت و تاج۔ افراد کے ساتھ خیانت تو برداشت بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ انفرادی معاملہ ہوتا ہے اور اسے افراد معاف کر سکتے ہیں لیکن قوم و ملت کے ساتھ بطور حاکم

خیانت کاری ناقابل برداشت ہے کہ اس کی مدعی تمام امت ہو گی اور اتنے بڑے مقدمہ کا سامنا کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک خط میں رفاعہ کو جو کہ آپ کی طرف سے اہواز میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے، لکھتے ہیں کہ: اعلم یا رفاعة أن هذه الإمارة أمانة؛ فمن جعلها خيانة فعليه لعنة الله إلى يوم القيامة، ومن استعمل خائنا فإن محمدا (صلى الله عليه وآله) بريء منه في الدنيا والآخرة [21] یعنی "اے رفاعہ جان لو کہ عہدہ ایک امانت ہے، پس جس نے اس میں خیانت کی اس پر اللہ کی طرف سے قیامت تک کے لئے لعنت ہے اور جس نے اس عہدے پر خیانت کار کو رکھا پس محمد ﷺ دنیا اور آخرت میں اس سے بری الذمہ ہیں۔"

یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کے پاس نعمتوں کی فراوانی کسی ذاتی امتیاز یا مالک سے کسی خاص رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں ہے۔اس کا سبب درحقیقت وہ امانتداری ہے جو پروردگار اپنے بندہ میں دیکھنا چاہتا ہے اور وہ انتظام ہے جو مالک کمزوروں کے لئے طاقتور افراد کے ذریعہ انجام دیتا ہے۔لہٰذا کسی انسان کو کسی غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اور کمزوروں کی حاجت برآری کرکے اپنی شرافت اور امانتداری کا ثبوت دینا چاہیے۔اس بنا پر حاکم کے لیے بدرجہ اولیٰ یہ لازم ہے کہ امانت داری کا ثبوت دے اور خیانت کاری سے دور رہے۔ بحار الانوار میں محمد باقر مجلسیؒ نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی امامت اور رہبری کے لئے جو صفات قابل اجتناب ہیں ان میں بالخصوص بخل اور بددیانتی ہیں کہ جن سے بندہ مومن کو اپنا دامن آلودہ ہونے سے لازمی بچانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وقد علمتم أنه لا ينبغي أن يكون الوالي على الفروج والدماء ۔۔۔ ولا المعطل للسنة؛ فيهلك الأمة [22] یعنی" تم لوگوں کو معلوم ہے کہ لوگوں کی آبرو، ان کی جان،ان کے منافع،الٰہی احکام اور امامت مسلمین کا ذمہ دار نہ تو کوئی بخیل شخص ہو سکتا ہے کہ وہ اموال مسلمین پر ہمیشہ دانت لگائے رہے گا، نہ کوئی جاہل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی جہالت سے لوگوں کو گمراہ کردے گا ، نہ کوئی بد اخلاق ہو سکتا ہے کہ وہ بد اخلاقی کے چرکے لگاتا رہے گا ، نہ کوئی مالیات کا بددیانت ہوسکتا ہے کہ وہ ایک کو مال دے گا اور دوسرے کو محروم کردے گا ،نہ کوئی فیصلہ میں رشوت لینے والا ہو سکتا ہے کہ وہ حقوق کو برباد کردے گا اور انہیں ان کی منزل تک نہ پہنچنے دے گا اور نہ کوئی سنت کو معطل کرنے والا ہو سکتا ہے کہ وہ امت کو ہلاک و برباد کردے گا۔"

حضرت علی علیہ السلام اس قول میں واضح طور پر حاکم کی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ حاکم کو بخیل نہیں ہونا چاہیے ورنہ وہ عوام الناس کی آبرومندی کے لئے کوشاں نہیں رہے گا۔اسی طرح حاکم کو بااخلاق ہونا چاہیے تاکہ لوگ اپنے مسائل اس کے پاس لانے میں خوف محسوس نہ کریں۔حاکم کو سست رو نہیں ہونا چاہیے ورنہ رعایا پریشانی میں مبتلا ہوگی۔حضرت علی علیہ السلام سے ایک قول منقول ہے کہ لا تتکل فی أمورك علی کسلان [23]یعنی: ''اپنے امور میں سستی سے کام نہ لو۔ہر کام میں سستی انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔'' حاکم کے لئے انتظامی امور کو چلانا اس وقت مشکل ہوتا ہے جب وہ سستی سے کام لے اور اپنے امور کو دوسروں کے سپرد کرکے خود آرام کرے۔

ملازمین کی ضروریات کا خیال رکھنا

اسی طرح ایک اور جگہ انتظامی امور چلانے کے لئے انتظامی امور چلانے والے حاکم کی صفات بیان کی جارہی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس حاکم کے زیرِ سایہ کام کرنے والے اور خدمات انجام دینے والوں کے لیے بھی اصول وضع کیے گئے ہیں۔حضرت علیؑ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس اصول کو مد نظر رکھا کہ وہ خدمات گار جو حکومتی معاملات کو دیکھتے ہیں اور مختلف شعبہ جات میں خدمات انجام دیتے ہیں، ان کی مالی حالت کو کیسے بہتر بنایا جائے۔چنانچہ نہج السعادۃ میں شیخ محمودی نقل کرتے ہیں کہ:

> ثم أسبغ علیهم الأرزاق؛ فإن ذلك قوة لهم علی استصلاح أنفسهم، وغنی لهم عن تناول ما تحت أیدیهم، وحجة علیهم إن خالفوا أمرك أو ثلموا أمانتك [24] یعنی: ''اس کے بعد ان کے بھی تمام اخراجات کا انتظام کردینا کہ اس سے انہیں اپنے نفس کی اصلاح کا بھی موقع ملتا رہے اور دوسروں کے اموال پر قبضہ کرنے سے بھی بے نیاز ہو جائیں اور اگر پھر وہ تمہارے امر کی مخالفت کریں یا امانت میں رخنہ پیدا کریں تو ان پر حجت بھی تمام ہو جائے گی۔''

حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ حکومتی اداروں اور متعلقہ تمام محکموں کے ملازمین کی کارگزاری اور کارکردگی پر کڑی نظر رکھی جائے اور مخلص اور فرمانبردار افراد کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ مفاد پرستوں اور احکامات کی خلاف ورزی کے مرتکب عناصر کا قلع قمع کرنے کے لیے سخت تنبیہی نظام قائم کیا جائے۔یقیناً یہ بھی لازمی امر ہے کہ حکومتی خدمت گاروں کی ضروریات کا خیال رکھا جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ دوسروں کے مال پر نگاہیں جمائے رکھیں۔اگر حکام کی مالی حالت بہتر ہوگی اور انہیں اخراجات کی فراہمی جاری رہے گی تو انہیں خود کی اصلاح کا موقع بھی ملتا رہے گا اور وہ فکرِ معاش کی فکر کے بغیر پرسکون انداز میں دینی معارف کو سمجھ کر ان پر عمل کرسکیں گے۔

عاملین کی نگرانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس کے امور کی بازپرس کے لئے نگرانی کے ایک باقاعدہ قوانین وضع کیے ہیں اور آخرت میں جزاء وسزا رکھی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنے عمال کی نگرانی کے لئے جاسوسوں کو مقرر کیا تاکہ عمال کے امور کی جانچ کی جاسکے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں مالک اشتر کو لکھے گئے میں فرماتے ہیں:

ثم انظرفی أمور عمالك فاستعملهم اختبارا... وقلدته عار التهمة[25] یعنی "اس کے بعد اپنے عاملوں کے معاملات پر بھی نگاہ رکھنا اور انہیں امتحان کے بعد کام سپرد کرنا۔اس کے بعد ان عمال کے اعمال کی بھی تفتیش کرتے رہنا اور نہایت معتبر قسم کے اہل صدق و صفا کو ان پر جاسوسی کے لئے مقرر کر دینا کہ یہ طرز عمل انہیں امانت داری کو کام میں لانے پر اور رعایا کے ساتھ نرمی کے برتاؤ پر آمادہ کرے گا اور دیکھو اپنے مدد گاروں سے بھی اپنے کو بچا کر رکھنا کہ اگر ان میں کوئی ایک بھی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوس متفقہ طورپر یہ خبر دیں تو اس شبہات کو کافی سمجھ لینا اور اسے جسمانی اعتبار سے بھی سزا دینا اور جو مال حاصل کیا ہے اسے چھین بھی لینا اور سماج میں ذلت کے مقام پر رکھ کر خیانت کاری کے مجرم کی حیثیت سے روشناس کرانا اور ننگ و رسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دینا۔"

حضرت علی علیہ السلام تاکیداًفرماتے ہیں کہ معاشرے اور امور مملکت کے تحفظات کے نظام میں شامل افراد کی پاکیزگی اور کردار کی باریک بینی کے ساتھ نگرانی کی جائے تاکہ امور سلطنت اطمینان کے ساتھ چلائے جاسکیں۔ یہاں اہم نکتہ یہ ہے کہ جب بھی کسی شخص کو کسی کام کے لئے تعینات کیا جائے تو پہلے اس کا اس کام سے متعلق امتحان کرنا چاہیے کہ آیا وہ اسے انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں اور کام دینے کے بعد اس کے کاموں کی نگرانی بھی کی جائے۔ نگرانی کرنے والوں کے لئے بھی اصول متعین کیا گیا کہ جاسوسی کرنے والے بذاتِ خود اہلِ صدق ہوں، ورنہ نگرانی کا عمل عبث ہوجائے گا۔اور پھر اگر کوئی جاسوس کسی عامل کے بارے میں منفی اطلاع دے تو اسے تحقیق کے بعد سزا دی جائے اور اگر مالی جرم ہو تو مال کی برآمدگی کے علاوہ جسمانی سزا بھی دی جائے تاکہ عوام الناس کے لیے درسِ عبرت ہو۔ یہ وہ اصول ہے جسے ہر معاشرے میں لاگو ہونا چاہیے تاکہ اگر کوئی جرم کرے تو اسے قرار واقعی سزا بھی دی جائے، مال بھی ضبط کرلیا جائے اور اسے نشانِ عبرت بھی بنایا جائے تاکہ کوئی اور اس جرم کو انجام دینے کی کوشش نہ کرے اور معاشرے میں امن وامان قائم رہ سکے۔

حوصلہ افزائی اور تنبیہ

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانہ خلافت میں عوام الناس اور بالخصوص اپنے عمال کو تنبیہ کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں اور انہیں شوق دلاتے ہوئے بھی۔چنانچہ تحف العقول میں ہے کہ: ولا يكون المحسن والمسيء عندك بمنزلة سواء۔۔وألزم كلا منهم ما ألزم نفسه [26] یعنی "دیکھو خبردار! نیک کردار اور بد کردار تمہارے نزدیک یکساں نہ ہونے پائیں کہ اس طرح نیک کرداروں میں نیکی سے بد دلی پیدا ہوگی اور بد کرداروں میں بد کرداری کا حوصلہ پیدا ہوگا۔ ہر شخص کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا جس کے قابل اس نے اپنے کو بنایا ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی صلاحیتوں کے مطابق برتاؤ کیا جائے تاکہ عوام الناس میں برابری کا رویہ قائم ہوسکے اور جانب داری کی فضا قائم نہ ہوسکے۔ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نقل کرتے ہیں:

وليكن آثر رؤوس جنودك من واساهم في معونته، وأفضل عليهم في بذله ممن يسعهم ويسع من وراءهم من الخلوف من أهلهم، حتى يكون همهم هما واحدا في جهاد العدو [27] یعنی: " اور دیکھو تمام سرداران لشکر میں تمہارے نزدیک سب سے زیادہ افضل اسے ہونا چاہیے جو فوجیوں کی امداد میں ہاتھ بٹاتا ہو اور اپنے اضافی مال سے ان پر اس قدر کرم کرتا ہو کہ ان کے پسماندگان اور متعلقین کے لئے بھی کافی ہو جائے تاکہ سب کا ایک ہی مقصد رہ جائے اور وہ ہے دشمن سے جہاد۔"

حضرت علی علیہ السلام اس قول کے ذریعے ایک اصول کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ اگرچہ برابری کا اصول سب کے لیے ہے مگر ایک استثنٰی اس حوالے سے ہے کہ اگر کوئی شخص سرحدوں کی حفاظت کرنے والے فوجیوں کی امداد کرتا ہے یا اس سلسلے میں کوشش کرتا ہے اور اپنے مال سے اپنے اہل و عیال کا خرچ نکالنے کے بعد فوجیوں کی امداد کرتا ہے تاکہ دشمنوں سے جہاد میں مدد مل سکے، تو ایسے شخص کی پذیرائی کی جانی چاہیے اور حکومتی سطح پر اسے سراہا جانا چاہیے۔

گورنروں کی معطّلی

حضرت علی علیہ السلام عدل کے معاملے میں کوئی سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔اگر کسی عامل کی بددیانتی، خیانت یا ظلم کی اطلاع ملتی تو فوراً اسے تنبیہ کرتے یا معزول کرتے تھے۔ چنانچہ الاستیعاب میں ابن عبد البر نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ سچے، لائق اور قابلِ بھروسہ عمال کا تقرر کرتے تھے۔اگر کسی عامل کی خیانت کی اطلاع ملتی تھی تو آپ اسے ان الفاظ میں نصیحت فرمایا کرتے تھے: "تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے دلیل آچکی ہے۔ اب ناپ

تول کو پورا پورا رکھو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دو اور اصلاح کے بعد زمین میں فساد برپا نہ کرو۔یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اللہ کی طرف کا ذخیرہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم صاحبِ ایمان ہو اور میں تمہارے معاملات کا نگراں اور ذمہ دار نہیں ہوں۔میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو اپنے معاملات کو سدھارنے کی کوشش کرو یہاں تک کہ میں کسی اور تمہاری جگہ تعینات کردوں۔" پھر اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام آسمان کی طرف رخ کرکے کہتے تھے کہ " اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی انہیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ تیرے حق کو ترک کرنے کا حکم دیا۔"[28]

کتاب دعائم الاسلام میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اشعث بن قیس کہ جنہیں حضرت عثمان نے آذربائیجان کا عامل بنایا تھا، کو طلب کیا کہ کے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ اشعث نے دس ہزار درہم کسی سے وصول کیے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ رقم حضرت عثمان نے انہیں دی تھی۔ بعض کے مطابق اشعث نے یہ رقم کسی کام کے ذریعے کمائی تھی۔حضرت علیؑ نے انہیں مال کے ساتھ طلب کیا تو اشعث نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ رقم میں نے آپ کے دور خلافت میں حاصل نہیں کیا۔حضرت علیؑ نے کہا کہ "اگر تم نے مسلمانوں کے مال کو واپس نہیں کیا تو میں اپنے تلوار کے ذریعے تم سے مال نکلوالوں گا"۔پس اشعث نے مال حضرت علیؑ کو دے دیا اور آپ نے بیت المال میں جمع کردیا۔اس کے بعد حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کے تمام عمال کے بارے میں جانچ کی اور جس کے پاس جو مشکوک رقم ملی، اسے بیت المال میں جمع کروایا گیا۔[29]

تحائف کی وصولی کی ممانعت

حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانہ خلافت میں اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کوئی گورنر یا حکومتی اہلکار تحائف وصول نہ کریں اور رشوت جیسی صفتِ رزیلہ سے اپنے دامن کو آلودہ ہونے نہ دیں۔چنانچہ ثواب الاعمال میں روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ایّما والٍ احتجب عن حوائج الناس، احتجب الله عنه یوم القیامة وعن حوائجه، وإن أخذ هدیة كان غلولا، وإن أخذ رشوة فهو مشرك[30] یعنی:" جس گورنر نے اپنے اور لوگوں کی ضروریات کے درمیان حجاب کھڑا کیا، اللہ تعالی قیامت کے دن اُس شخص اور اس کی ضروریات کے درمیان حجاب قرار دے گا۔ اور اگر کسی گورنر نے تحفہ قبول کیا تو گویا اس نے خیانت کی ہے اور اگر اس نے رشوت لی ہے تو وہ مشرک ہوا۔"

اسلام میں تحفے کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے بارے میں احادیثِ مبارکہ میں فضیلت وارد ہوئی ہے۔البتہ جس مورد کی ہم بات کررہے ہیں، اس میں تحفے لینے کی شدید ممانعت ہے۔ حضرت علیؑ چونکہ عدل وعدالت کے معاملے میں سخت تھے، اس لیے اپنے عمال کو تحائف لینے سے سختی سے منع کرتے تھے۔ چنانچہ اخبار القضاۃ میں محمد بن خلف بن

حیان لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے قبیلہ بنی اسد کے ایک آدمی کو ملازم رکھا۔ جب اس کی ملازمت کی میعاد ختم ہو گئی تو وہ حضرت علی کے پاس ایک تھیلا لے کر آیا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! لوگ میرے پاس کل ملا کر یہ تحائف لے کر آئے، اگر یہ میرے لیے جائز ہیں تو میں انہیں استعمال کرلیتا ہوں، اگر جائز نہیں تو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، آپ ان تحائف کا مصرف بتائیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ لو أمسکته لکان غلولا [31] یعنی" اگر تم ان تحائف کو اپنے پاس رکھتے تو یہ خیانت ہوتی۔" پھر حضرت علیؑ نے وہ تھیلا لیا اور بیت المال میں بھجوا دیا۔

مذکورہ احادیث میں ہدیہ و تحفہ لینے کی ممانعت بیان کی جارہی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ خلافت بیت المال کے ذاتی استعمال پر پابندی تھی، چاہے استعمال بطور ہدیہ ہو، تحفہ ہو یا کچھ اور۔ نہج البلاغہ میں اس بابت ایک خطبہ ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام نے ظلم سے برائت و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے، اسی خطبے میں ہدیہ سے متعلق اشعث بن قیس کا واقعہ بھی درج ہے۔ المختصر یہ کہ اشعث نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں شہد میں گندھا ہوا حلوہ پیش کیا، حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا کہ:" یہ کوئی انعام ہے یا زکوۃ و صدقہ جو ہم اہل بیت پر حرام ہے؟" اس پر اشعث نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ فقط ایک ہدیہ ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے سخت الفاظ میں سرزنش کی اور کہا کہ:" مجھے ان نعمتوں سے کیا واسطہ جو فنا ہو جانے والی ہیں۔" [32]

عقیل بن ابی طالب حضرت علی علیہ السلام کے بڑے اور حقیقی بھائی تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے ان سے عادلانہ برتاؤ کرکے واضح کردیا کہ دین الٰہی کی پاس داری میں رشتے داری و قرابت کا گذر نہیں ہے۔ دین کا ذمہ دار وہی شخص ہو سکتا ہے جو مال خدا کو مال خدا تصور کرے اور اس مسئلہ میں کسی طرح کی رشتہ داری اور تعلق کو شامل نہ کرے۔

نرمی و سختی کا ملا جلا رجحان

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عمال کو جو نصیحتیں کیں، ان میں یہ واضح تھا کہ رعایا کے ساتھ مکمل نرمی یا مکمل سختی نہ برتی جائے بلکہ نرمی کے ساتھ قدرے سختی بھی شامل ہو، یعنی ایسا میانہ رویہ ہو کہ نہ تو عوام الناس نرمی کی وجہ سے حرام و مکروہ کام انجام دینے لگ جائیں اور ایسی سختی بھی نہ ہو کہ ان کے سخت دلوں کو نرم کرکے قریب بھی نہ لایا جاسکے۔ چنانچہ اپنے ایک عامل کو خط میں لکھتے ہیں کہ" اما بعد! تمہارے شہر کے زمینداروں نے تمہارے بارے میں سختی، سنگدلی، تحقیر و تذلیل اور تشدد کی شکایت کی ہے اور میں نے ان کے بارے میں غور کرلیا ہے۔ وہ اپنے شرک کی بنا پر قریب کرنے کے قابل تو نہیں ہیں لیکن عہد و پیمان کی بنا پر انہیں دور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے اور ان پر زیادتی بھی نہیں کی جا سکتی ہے لہٰذا تم

ان کے بارے میں ایسی نرمی کا شعار اختیار کرو جس میں قدرے سختی بھی شامل ہو اور ان کے ساتھ سختی اور نرمی کے درمیان کا برتاؤ کرو کہ کبھی قریب کرلو، کبھی دور کردو، کبھی نزدیک بلا لو اور کبھی الگ رکھو۔ان شاء اللہ۔"[33]

اسی طرح ایک اور خط میں اپنے ایک عامل کو لکھتے ہیں:

" اما بعد۔تم ان لوگوں میں ہو جن سے میں دین کے قیام کے لئے مدد لیتا ہوں ،گناہ گاروں کی نخوت کو توڑ دیتاہوں اور سرحدوں کے خطرات کی حفاظت کرتا ہوں۔ لہٰذا اپنے اہم امور میں اللہ سے مدد طلب کرنا اور اپنی شدت میں تھوڑی نرمی بھی شامل کرلینا۔جہاں تک نرمی مناسب ہو، نرمی ہی سے کام لینا اور جہاں سختی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو،وہاں سختی ہی کرنا۔رعایا کے ساتھ تواضع سے پیش آنا اورکشادہ روئی کابرتاو کرنا۔اپنا رویہ نرم رکھنا اور نظر بھرکے دیکھنے یا کنکھیوں سے دیکھنے میں بھی برابر کا سلوک کرنا اوراشارہ و سلام میں بھی مساوات سے کام لینا تاکہ بڑے لوگ تمہاری نا انصافی سے امید نہ لگا بیٹھیں اور کمزور افراد تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو جائیں۔والسلام۔"[34]

خلاصہ بحث

الغرض حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانے میں جنگِ جمل، جنگِ صفین اور خوارج کے خلاف جنگوں میں مصروفیات کے باوجود علمی و سیاسی ذہن استعمال کرتے ہوئے حکومتی معاملات چلانے کے لیے انتظامی امورپر بھی توجہ دی، بطریق احسن ان امور کو چلایااور ایک بہترین معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی۔عصر حاضر میں اگران حکمت عملیوں کوپڑھااور سمجھا جائے اور پھر انہیں حکومت چلانے کے لیے عملی میدان میں لایا جائے توبہترین انداز میں حکومت چلائی جاسکتی ہےاور ایک بہترین معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

*****

References

---

1 . Syed Muhammad Ibn Hussain, Al Sharif al Razi, Nahjul Balagha, Trans. Sheikh Muhammad Abd'hu, vol. 3(Beirut: Dar al Marifah lil Taba'ah wa al Nashr, 1412AH), 106.

سید محمد بن حسین،الشریف الرضی،نہج البلاغہ،ترجمہ: شیخ محمد عبدہ،ج3(بیروت،دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر ،1412ھ)،106۔

2 . Al Sheikh abu Jafar, Al Kulayni, *Al-Kafi*, vol. 2(Tehran: Dar ul Kutub al Islamia, 1363AD.), 338.

الشیخ ابو جعفر، کلینیؒ، الکافی، ج2(تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1363ھ)،338۔

3 . Ibne Jarir Tabari, *Tarikh ul Umam wa al Mlook*, vol. 4(Beruit, Mu'assissa al A'alami lil Matbua'at, 1403AH.),50.

ابن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک، ج4(بیروت، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 1403ھ)، 50۔

4 . Muhammad bn. Nauman, al Sheikh al Mufid, *Al-Irshad*, vol.1(Beruit: Darul Mufid, 1412AH.), 247.

محمد بن نعمان، الشیخ المفید، الارشاد، ج1(بیروت، دار المفید، 1414ھ)، 247۔

5 . George Jordac, *Rawa'ie Nahjul Balagha* (Beruit: Mazkaz al Ghadir lil Darasat al Islamia, 1417AH.), 129.

جورج جرداق، روائع نہج البلاغۃ(بیروت، مرکز الغدیر للدراسات الاسلامیۃ، 1417ھ)، 129۔

6 .Syed Muhammad Ibn Hussain, Al Sharif al Razi, *Nahjul Balagha*, vol. 3, 63.

سید محمد بن حسین، الشریف الرضی، نہج البلاغہ، ج3، 63۔

7 . Ibid, Vol. 3. 105.

ایضا۔ ج3، 105۔

8 . Abdhul Wahid al Tamimi Am'di, *Gurarul Hikam*, vol. 1 (Qom: Daftar Tablighat, 1366AD.), 1123-

عبد الواحد التمیمی آمدی، غرر الحکم ودرر الکلم، ج1(قم، دفتر تبلیغات، 1366ھ)، 1123۔

9 . Ibid, vol. 1, 1122.

ایضاً، ج1، 1122۔

10 . Ibrahim bin Muhammad Al-Saqafi, *Al-Gharaat*, vol. 2 (Beruit: Darul Uzwa, 1987), 533.

إبراہیم بن محمد الثقفی، الغارات، ج2(بیروت، دار الاضواء، 1987)، 533۔

11 . *Nahjul Balagha*, vol. 3, 103-

نہج البلاغہ، ج3، 103۔

12 . Motazali, *Shrah Nahju al-Balaghah*, vol. 17, 113-

معتزلی، شرح نہج البلاغہ، ج17، 113۔

13 . Ibn Muzahim al Minqari, *Waq'at Siffin* (Cairo: al Mu'assissa al Arabia al Hadisa, 1382AD.), 108.

ابن مزاحم المنقری، وقعۃ صفین (القاہرۃ، الموسسۃ العربیۃ الحدیثۃ للطبع والنشر والتوزیع، 1382ھ)، 108۔

14 .Sheikh al Hur al Amili, *Wasail as Shia* (A'al albayt), vol. 16(Qom: Mua'ssissa A'al albayt, 1414AH.), 84.

شیخ الحر العاملی، وسائل الشیعۃ (آل البیت)، ج16(قم، مؤسسۃ آل بیت علیہم السلام باحیاء التراث، 1414ھ)، 84۔

15 . Motazali, *Shrah Nahju al-Balaghah*, vol. 17, 213

معتزلی، شرح نہج البلاغہ، ج17، 213۔

16 .Shiekh Sulyman, Al-Qandoozi, *Yanabiul Mawaddah Li Zil Qurba*, vol. 2 (Qom: Dar al Uswa, 1416AH.), 30.

شیخ سلیمان،القندوزی، ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج2(قم، دار الأسوۃ للطباعۃ والنشر المطبعۃ،1416ھ)،30۔

17 .Ibn Wazeh Katib, Yaqoobi, *Tarikh al Yaqoobi*, vol. 2 (Qom: Mua'ssissa Nashr Farhang Ahl ul Bayt, 1997), 204.

ابن واضح کاتب،الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی،ج2(قم، مؤسسۃ ونشر فرہنگ اہل بیت ع، 1997)،204۔

18 . *Nahjul Balagha*, vol. 3, 95.

نہج البلاغہ، ج3، 95۔

19 . *Tarikh ul Umam wa al Mlook*, vol. 3, 485.

تاریخ الامم والملوک،ج3،485 ۔

20 . *Nahjul Balagha*, vol. 3, 87.

نہج البلاغہ،ج3،.87۔

21 . Al Sheikh Mehmoodi, *Nehjul Sa'adah*, vol. 5 (Breuit: Darul Ta'aruf, 1977) ,33.

الشیخ المحمودی،نہج السعادۃ،ج5(بیروت، دارالتعارف للمطبوعات،1977ء)،33۔

22 .Allama Muhammad Baqir, Majlisi, *Biharul Anwar*, vol. 25 (Beruit: Mua'ssissa al Wafa, 1403A.H.), 167.

علامہ محمد باقر، مجلسی، بحار الانوار، ج25 (بیروت، موسسۃالوفاء، 1403ھ)،167۔

23 . Muhammad Muhammadi Re Shehri, *Meezanul Hikmah*, vol. 3 (Qom: Darul Hadis, 1375AD), 2704.

محمد محمدی الریشہری، میزان الحکمۃ، ج3(قم، دارالحدیث، 1375ھ)،2704--

24 . *Nehjul Sa'adah*, vol. 5, 90.

المحمودی،نہج السعادۃ،ج5، 90۔

25 . *Nahjul Balagha*, vol. 3, 95.

نہج البلاغہ،ج3،95۔

26 .Ibne Shu'ba al Harrani, *Tuhaful Uqool* (Qom: Mua'ssissa al Nashr al Islami,1402AH), 130 .

ابن شعبہ الحرانی،تحف العقول (قم، مؤسسۃ النشر الاسلامی،1404ھ)،130۔

27 . *Shrah Nahju al-Balaghah*, vol. 17, 51.

شرح نہج البلاغہ، ج17، 51۔

28 . Ibne Abd al Barr, *Al-Iste'aab*, vol. 3 (Beruit: Daul Ji'al,1412AH), 1111.

ابن عبد البر،الاستیعاب،ج3(بیروت، دارالجیل،1412ھ)،1111۔

29 .Qazi Nauman Maghribi, *Da'aim al Islam*, vol. 1(Cairo: Darul Ma'arif, 1383AD), 396.

القاضی النعمان المغربی،دعائم الاسلام،ج1(قاھرۃ، دارالمعراف،1383ھ)،396۔

30 . Saduq, Ibn-e Babuweyh, *Sawabul A'amaal* (Qom: Manshoorat al Razi, 1368AD) 282.

صدوق، ابن بابویہ، *ثواب الأعمال* (قم، منشورات الرضی، 1368ھ) ، 282۔

31 . Muhammad bin Khalaf bin Hayyan, *Akhbar ul Quzaat*, vol. 1(Cairo: al Maktabatul al Tijariyah al Kubra, 1366AD.), 59.

محمد بن خلف بن حیان، *اخبار القضاۃ*، ج1(قاھرۃ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، 1366ھ)، 59۔

32 . *Nahjul Balagha*, vol. 2, 218.

نہج البلاغہ، ج2، 218۔

33 . Ibid, vol. 3, 19.

ایضاً، ج3، 19۔

34 . Ibid, vol. 3, 75.

ایضاً، ج3، 75۔